بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

شرح چندہ سالانہ چھ روپے

فی پرچہ ۲ /

ایڈیٹر: برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

تواریخِ اشاعت:۔ ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۱	۲۸ ماہ وفا ۱۳۳۱ ہش ۵ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۵۲ء	نمبر ۲۰

سیرتِ ایازی

از سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

دستِ کوتہ کو پھر درازی بخش ۔ خاکساروں کو سرفرازی بخش

جیت لوں تیرے واسطے سب دِل ۔ وہ ادا ہائے جاں نوازی بخش

بانی کردے علوم قرآں کو ۔ گاؤں گاؤں میں ایک رازی بخش

رُوح فاقوں سے ہو رہی ہے نڈھال ۔ ہم کو پھر نعمتِ حجازی بخش

بُتِ مغرب ہے ناز پر مائل! ۔ اپنے بندوں کو بے نیازی بخش

جھوٹ کو چاروں شانے چت کردیں ۔ مومنوں کو وہ راست بازی بخش

رُوحِ اقدام و دُور بین نگاہ! ۔ قلب شیر و نگاہ بازی بخش

پائے اقدس کو چوم لُوں بڑھ کر ۔ مجھ کو تو ایسی پاک بازی بخش

سرگرانی میں عمر گذری ہے! ۔ سروری بخش سرفرازی بخش

کفر کی چیرہ دستیوں کو مِٹا! ۔ دستِ اسلام کو درازی بخش

سیّد الانبیاء کی اُمّت کو ۔ سندباد۔ پھر حجازی بخش

میرے محمود بن مرا محمود

مجھکو تو سیرتِ ایازی بخش

تمام دوستوں کو چاہیئے کہ یکم اگست جمعہ کو خصوصیت سے دنیا میں امن کے قیام کیلئے دعا کریں

حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالےٰ کا ارشاد

کیلفورنیا (امریکہ) سے ڈاکٹر الفرڈ ڈبلیو پارکر ایگزیکٹو سیکرٹری دی انٹرنیشنل دراڈپیس کمیٹی کا خط سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز امام جماعت کی خدمت میں موصول ہؤا جس میں انہوں نے یہ درخواست کی ہے کہ ۴ر اگست کو ان کی کمیٹی کی طرف سے "یوم امن" منایا جا رہا ہے۔ اس میں جماعت احمدیہ کے افراد بھی شامل ہو کر اس دن یا اس سے پہلے آنے والے جمعہ کے دن امن کے لئے دعا کریں۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس پر فرمایا کہ:۔ امن کی اپیل خواہ کسی طرف سے بھی ہو قابل تعریف ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم خدا تعالےٰ کی طرف سے دعا مانگیں کہ دنیا میں امن کا دور دورہ ہو۔ پس اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ یہ تحریک کس طرف سے ہے ہم اس تحریک میں شامل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ تمام دوستوں کو چاہیئے کہ یکم اگست ۱۹۵۲ء جمعہ کے روز خدا تعالےٰ سے یہ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ دنیا کی موجودہ بے اطمینانی اور بدامنی کی حالت کو دور فرمائے اور لوگوں کو امن اور اطمینان بخشے۔

خصوصیت سے مندرجہ ذیل دعا کی جائے۔ یہ دراصل سورۃ فاتحہ کا ترجمہ ہے۔ اس لئے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے خاص طور پر ان مطالب کو مدنظر رکھا جائے۔

دُعا:۔ اے خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ایسا راستہ جس پر مختلف اقوام کے چیدہ لوگ جنہوں نے تیری رضامندی کو حاصل کر لیا تھا چلے تھے۔ ہمارے ارادے پاکیزہ ہوں۔ ہماری نیتیں درست ہوں۔ ہمارے خیالات ہر بدی سے پاک ہوں۔ اور ہمارے عمل ہر قسم کی کجی سے منزہ ہوں۔ سچائی اور صداقت کے لئے ہم اپنی ساری خواہشات اور رغبتیں قربان کر دیں۔ ایسا انصاف جس میں رحم ملا ہو ہمارے حصہ میں آئے۔ اور ہم تیرے ہی فضل سے دنیا میں سچا امن قائم کرنے والے ہو جائیں۔ جس طرح کہ تیرے برگزیدہ بندوں نے دنیا میں امن قائم کیا۔ اور تو ہمیں ایسے تمام کاموں سے محفوظ رکھ جن کی وجہ سے تیری ناراضگی حاصل ہوتی ہے۔ اور تو ہمیں اس بات سے بھی بچا کہ ہم جوشِ عمل سے اندھے ہو کر ان فرائض کو بھول جائیں جو تیری طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ اور ان طریقوں سے بے راہ ہو جائیں جو تیری طرف لے جاتے ہیں۔"

نوٹ:۔ یکم اگست کے روز مساجد کے امام اپنے خطبات میں "اسلام اور امنِ عالم" کے متعلق روشنی ڈالیں۔

(الفضل) (ناظر وکیل التبشیر ربوہ)

چوہدری مبارک علی صاحب کے متعلق ضروری اعلان

چوہدری مبارک علی صاحب (آف طالب پور پنڈوری) ساکن قادیان جو واقف زندگی تھے کا وقف بوجہ مرکز سلسلہ قادیان میں فتنہ انگیزی کرنے اور نامناسب افعال کا ارتکاب کرنے کے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے حکم سے توڑ دیا گیا ہے۔ اب وہ واقف زندگی نہیں ہیں اور سلسلہ کے کام سے فارغ ہیں۔ احباب مطلع رہیں۔

ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ

قادیان

رسالہ فلم انڈیا اور بُرٹو مرجبان کا مؤثر جواب

حضرت بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک عمدہ تصنیف

کچھ عرصہ پیشتر جو متعصب انسانیت رسالہ "فلم انڈیا اور بُرٹو مرجبان" نے پاکوں کے سردار حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نارواحملے کئے اور کروڑوں مسلمانوں کے دل مجروح کئے مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ ان ناپاک حرکات کا مؤثر جواب دیتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اخلاق حسنہ کی اشاعت زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں میں کرتے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اور لاکھوں کروڑوں غیر مسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ سے ابھی تک ناواقف ہیں۔

یہ بات مسرت انگیز ہے کہ بعض غیر مسلم محققین نے اپنے طور پر تحقیق کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات لکھے ہیں۔ ان مصنفین میں سے لالہ رکھو نندہ سہائے صاحب بی۔ اے قابل ذکر ہیں جنہوں نے ایک نہایت عمدہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات اور سیرت پر "پیغمبر اسلام" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کے متعلق سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ وزیر خارجہ پاکستان نے جو خط مصنف مذکور کو لکھا ہے۔ اس کا کچھ ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

"میں نے کتاب "پیغمبر اسلام" کو بڑی توجہ اور مسرت سے پڑھا ہے۔ اور میں اس جذبہ نیکی، عقیدت اور احترام سے بہت متاثر ہؤا ہوں۔ جس سے آپ نے اس کتاب کو لکھا ہے۔ صرف اسی طریق پر ہی مختلف مذاہب کے پیرو اس قابل ہو سکتے ہیں کہ دوسرے بڑے مذاہب کے پیشوایان کے سوانح حیات، تعلیمات اور اخلاق کی قدر کر سکیں۔

دنیا کے روحانی پیشوایان کی صحیح قدردانی ہی سب سے بڑا ذریعہ بنی نوع انسان کے مختلف طبقوں میں باہمی جھگڑوں اور فسادات کو دور کرنے اور ان میں محبت و ہمدردی اور اتحاد کو قائم کرنے کا ہے۔ اس کتاب کے لکھنے سے آپ نے اس قیمتی مقصد کے حصول کے لئے بہت عمدہ کوشش کی ہے۔ اور آپ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے گہرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ میں خاص طور پر آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقعہ دیا ہے کہ میں قدردانی کے چند الفاظ آپ کی اس کوشش پر بھجواؤں جو یقیناً محبت اور خلوص سے کی ہوئی محنت کا نتیجہ ہے۔"

مندرجہ بالا تبصرہ کے بعد اس کتاب کی مزید تعریف کی ضرورت نہیں۔ سب بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ اس مفید کتاب کو جو برائے نام قیمت (ایک روپیہ فی نسخہ) پر مندرجہ ذیل پتہ سے ملتی ہے حاصل کریں۔

34. Central Vista
Queensway
Road
Delhi

اُردو زبان کے متعلق ہلکے ہلکے اشارے!

(۱)

اردو زبان ہمارے ملک بھارت میں سورسینی خاندان میں پیدا ہوئی۔ کھڑی بولی نے اسے جنم دیا۔ سادھو سنتوں۔ صوفیوں اور درویشوں کی گودیوں میں پل پوس پروان چڑھ کر جب اس نے روپ نکالا۔ تو راج محلوں میں جگہ پائی اور شاہانہ کرّوفر سے حصہ لیا۔ ہندو مسلمان کے میل جول سے اس کی شہرت ہوئی۔ اور دونوں نے اسے ایسا اپنایا کہ یہ پھیل کر سارے دیس میں بولی اور سمجھی جانے لگی۔

اردو کی اس حیثیت کا اقرار اردو کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ سری روی شنکر شکلا لکھتے ہیں:۔

"اردو شمالی دوآبہ گنجم میں ہندو مسلمان دونوں بولتے اور استعمال کرتے ہیں۔ وہ شائستہ حلقوں خاص کر یو۔پی کے مشہور شہروں میں بھی مروج ہے۔ اور ہندوستان بھر میں کم و بیش سمجھی جاتی ہے"

(لینگویج پالیسی آف انڈیا)

مسٹر شکلا نے تو حقیقت کا پورا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ:۔

"ہندوستانی زبان کا جو نام اہلِ فرنگ نے اس انڈو آرین زبان کو دیا ہے۔ جس کا مولد و منشا شمالی دوآبہ گنجم اور دہلی کی قرب و نواح ہے۔ ہندوستان کی لنگوا فرینکا بن گئی ہے"

(جلد ۱۲ صفحہ ۵۷۰)

(۲)

ہندوستان کے ان محققین نے بھی جو کسی صورت میں بھی اردو کے حق میں نہیں سمجھے جا سکتے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اُردو کوئی بدیشی زبان نہیں بلکہ ملکی اور نیشنل ہے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کے پروفیسر سری کرشنا ویکٹیشو لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان میں زبانوں کی ایک بڑی برادری ہے۔ ملک کے ایک بڑے حصہ میں مشترک اسلوب الفاظ اور رسم خط پائے جاتے ہیں۔ جو وید کی بھاشا اور منظم سنسکرت سے قریبی تعلق رکھتے ہیں بے شک ان کو موجودہ شکل اختیار کرنے میں مدتوں لگی ہونگی۔ لیکن ہندوستان کی موجودہ زبانیں سنسکرت اور پراکرت کی حقیقی اولاد ہیں۔ ان کے لغات میں کچھ پرانے دیسی یا غیر ملکی الفاظ داخل ہو گئے ہیں۔ مگر زبانوں کی ساخت اور ڈھانچہ قطعاً آرین ہے یہ کیفیت آرین زبانوں کے اس حصے کی ہے۔ جس میں کشمیری۔ پنجابی اردو۔ ہندی۔ راجستھانی۔ بنگالی گجراتی اور مرہٹی شامل ہیں ....
.... اردو پر جو فارسی کا رسوخ ہے (اور فارسی خود ایک آرین زبان ہے) وہ رسوخ صرف اسموں کے اضافے سے متعلق ہے افعال سے نہیں"

(دی انٹروڈکشن ٹو انڈین سٹی زن شپ اینڈ سویلیزیشن صفحہ ۴۳-۴۴)

شاید اس حوالہ کو تو تقسیم ملک سے پہلے کا قصہ پارینہ سمجھا جائے۔ لیکن تقسیم ملک کے بعد بھی جب اُردو کی دشمنی میں اندھے ہو کر حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک بڑے طبقہ کی طرف سے بھارت میں اردو زبان کے وجود سے ہی انکار کیا جا رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے کس صفائی سے اردو کی حمائیت میں مورخہ $\frac{4}{52}$ ۳۰ کو لدھیانہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"اُردو دہلی اور یو۔پی کی زبان ہے نہ کہ پاکستان کی۔ جہاں کے لوگ اس کو بولنا بھی نہیں جانتے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ لوگ اُردو کو کوئی جگہ نہ دینے کی بات کرتے ہیں"

اسی طرح وزیراعظم صاحب حیدرآباد مسٹر سری کرشن سنہا نے بھی بجا طور پر فرمایا ہے کہ:۔

"صاف لفظوں میں یہ مان لینا چاہیئے کہ اُردو ہندوستان کی ایک زبان ہے ...... اور اس کی ترقی میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں نے بھی برابر کا حصہ لیا ہے ..... اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کہہ کر پھینک دینا ملک اور تہذیب و تمدن کو نقصان پہنچانا ہوگا"

(ہماری زبان یکم اگست ۱۹۵۱ء)

(۳)

موجودہ زمانہ میں تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ ذرائع آمد و رفت اور حمل و نقل بھی اس طرح وسیع ہو گئے ہیں۔ اور باہمی روابط اس قدر بڑھ گئے ہیں۔ کہ دنیا کے تمام براعظم اب ایک ملک کے حکم میں ہو گئے ہیں اور اس زمانہ میں وہی ملک ترقی کر سکتا ہے جو دوسرے ممالک بالخصوص ہمسایہ ممالک کے ساتھ ہر طرح سے تعلقات کو بڑھائے اور ان ذرائع و سامان سے پورا پورا فائدہ اُٹھائے جو کسی دوسرے ملک میں فراوانی سے پائے جاتے ہیں۔

ان حالات میں ہمارے ملک کی حکومت اور عوام کی لسانی پالیسی کے متعلق سمجھ نہیں آتی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ انگریزی حکومت کے ذریعہ سے جو نئی نئی ایجادات اور سہولیات ملک کو میسر آئی ہیں۔ اور جن کا وجود پراچین تہذیب میں نہ تھا۔ ان کو اب ملک بدر کر دیا جائے۔ نہ ہوائی جہاز رہیں نہ ریل نہ موٹر کاریں۔ اور نہ مشینری کے بیشمار عجائبات اور جنگی سامان کے کئی نئے نمونے۔ تو ہر روشن ضمیر شخص اس خیال کی تردید کرے گا اور اس کو ملک کی ترقی کے خلاف اور نقصان رساں تصور کرے گا۔

لیکن جب یہ کہا جائے کہ اردو زبان ہمارے ملک کی زبان ہے۔ یہیں پر اس نے جنم لیا اور پروان چڑھی یہ زبان ایک ہزار سال سے ہندوستان کی مختلف قوموں کے اتحاد اور یگانگت کی آئینہ دار ہے۔ خصوصاً ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق اور مشترکہ کوششوں کی۔ اور اب بھی اس میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ زبان ہندوستان کے تمام علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو ہندوستان کی اور کسی زبان کو حاصل نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس زبان کی لپی یعنی رسم الخط انڈونیشیا سے لیکر مراکش تک درجنوں ممالک میں مشترک ہے۔ اور اس کو ملک میں رائج کرنے سے اکثر مشرقی ممالک کے ساتھ ہمارے ملک کا ایک لسانی اتحاد و اتفاق پیدا ہوگا۔ اور ہمارے ملک کی بین الاقوامی پالیسی میں اس سے امداد ملے گی۔ تو پراچین تہذیب کے فدائیوں کو اس عام فہم بات کی سمجھ نہیں آتی۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ شام سے پہلے ہی ان سب اردو الفاظ کو جو ملک کی ترقی و تہذیب کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اور غیر ممالک کے ساتھ ہمارے تعلقات کو وسیع کرنے میں مد ہیں چن چن کر نکال دیں یہ حیرت انگیز بات ہے کہ جو لوگ اردو زبان کو بدیشی سمجھ کر (گو وہ یقیناً بدیشی نہیں) اس سے دشمنی کرتے اور اسکو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انگریزی زبان کو اور اس کے الفاظ کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ اور اس میں کوئی بات پراچین تہذیب کے منافی خیال نہیں کرتے۔ اگر پراچین تہذیب کا یہ مطلب ہے کہ کوئی نئی اور ترقی یافتہ چیز برداشت نہ کی جائے تو اس کا صاف اعلان ہونا چاہیئے اور ہر شعبہ میں اس اصول کو رائج کرنا چاہیئے نہ کہ صرف زبان میں ہی۔ اس پالیسی پر عمل کیا جائے۔ اور ایسا قدم اُٹھایا جائے جو یقیناً ملک کی آئندہ ترقی میں سنگِ گراں ثابت ہوگا۔

ضمنیہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ اگر سرکاری زبان ہندی ہے تو وہ بے شک پھلے پھولے۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں۔ کہ دستور ہند میں باوجود اردو زبان کو تسلیم کرنے کے اس سے دشمنی کی جائے اور اس کو مٹانے کے لئے کوشش کی جائے۔ خواہ اس سے ملک کو کس قدر نقصان ہو۔

(۴)

احمدیہ جماعت کے لئے اردو زبان ایک مقدس مذہبی زبان ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں ہوئی اور اسی سال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام نے اپنے مقبوضات میں اُردو کو عدالت کی زبان قرار دیا۔ اور اس زبان کی باقاعدہ ترقی کی داغ بیل ڈالی۔ گویا جہاں دنیا کی روحانی اصلاح کے لئے مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پیدائش ہوئی اور آپکے ذریعہ دنیا کی بالخصوص ہندوستان کی مختلف اقوام کے درمیان صلح و اتحاد کی بنیاد ڈالی گئی وہاں ملک کے لسانی اتحاد کے لئے اردو زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ کیا اس عجیب توارد میں اہل بصیرت کے لئے ایک مخفی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اور کیا اس زمانہ میں امن و صلح کے شہزادہ اور آپ کی مقدس جماعت نے اپنی تبلیغ و اشاعت میں سب سے زیادہ اس زبان کو کام میں نہیں لایا۔ اور آج بھی ہندوستان اور پاکستان کے احمدیہ مراکز اور ان کے دفاتر میں اردو زبان ہی بطور دفتری زبان کے رائج نہیں

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت

بقلم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مد ظلہ العالی

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲) یہ کہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد نہیں کہ آپ آخری نبی ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ آپؐ نبیوں کی مُہر ہیں اور اب آپؐ کی تصدیقی مُہر کے بغیر کسی نئے یا پرانے نبی کی نبوت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔

(۳) یہ کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس سے یہ مراد ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میرے دورِ نبوت کو قطع کر کے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہو۔

(۴) یہ کہ اُمتِ محمدیہ کا مسیح موعود خدا کا ایک برگزیدہ نبی ہے۔ جسے خود آنحضرت صلعم نے اپنی متعدد احادیث میں نبی کے نام سے یاد کیا ہے مگر اس کی نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت کے تابع اور اسی کی ظل ہے نہ کہ آزاد اور مستقل نبوت۔

(۵) یہ کہ ایسی نبوت کا دروازہ کھلا ماننے میں آنحضرت صلعم کی ہتک نہیں بلکہ اس میں آپؐ کی شان کی بلندی کا اظہار ہے۔ کیونکہ اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا مرتبہ اس قدر بلند اور ارفع ہے کہ آپؐ کے خادم نبوت کے مقام کو پہنچ سکتے ہیں۔ اور یہ کہ آپ روحانی مملکت کے صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ شہنشاہ اور بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔

(۶) اسی ذیل میں آپ نے یہ بھی ثابت کیا کہ گو موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا یہ عام عقیدہ ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہے۔ مگر صحابہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ اور صحابہ کے بعد بھی کئی مسلمان اولیاء اور بزرگ ایسے گذرے ہیں۔ جو غیر تشریعی نبوت کے دروازہ کو کھلا مانتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت محی الدین ابن عربی۔ امام عبدالوہاب صاحب شعرانی۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی۔ حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی۔ علامہ محدث ملا علی قاری۔ امام محمد طاہر صاحب گجراتی وغیرہم نبوت کے دروازہ کو کلی طور پر بند خیال نہیں کرتے تھے۔

(۷) آپ نے اپنے مخالفین کو ملزم کرنے کے لئے یہ بھی ثابت کیا کہ موجود الوقت مسلمانوں کا جو عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس سے بھی آنحضرت صلعم کے بعد ایک گونہ نبوت کا دروازہ کھلا قرار پاتا ہے۔ کیونکہ خواہ حضرت مسیح ناصری نے نبوت کا انعام آنحضرت صلعم سے پہلے پایا تھا مگر جب ان کی دوسری آمد آنحضرت صلعم کے بعد ہو گی تو بہرحال اس طرح آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کا وجود مان لیا گیا۔ مگر آپ نے بتایا کہ جہاں آنحضرت صلعم کی اُمت میں سے کسی فرد کا نبوت کے انعام کو پانا آپ کے لئے باعثِ عزت ہے۔ وہاں ایک سابقہ نبی کا آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمت کی اصلاح کے لئے دوبارہ مبعوث ہو کر آنا یقیناً آپؐ کے لئے باعثِ عزت نہیں بلکہ ہتک اور غیرت کا باعث ہے۔

(۸) آپ نے عقلی طور پر بھی ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے سلسلہ کا بند ہو جانا یہ معنے رکھتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت خدا کے انعاموں کو وسیع کرنے والی نہیں بلکہ تنگ کرنے والی ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کا وہ مقام ہے کہ اس کے بعد خدائی انعاموں کا دروازہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کر کھل جانا چاہیئے۔

الغرض حضرت مسیح موعودؑ نے اس اہم مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت سیر کن بحث کر کے ثابت کیا کہ گو قرآن شریف آخری شریعت ہے۔ جس کے بعد قیامت تک کوئی اور شریعت نہیں اور آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ جن کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آپؐ کی غلامی کے جُوئے سے آزاد ہو کر آئے۔ مگر مطلق نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہے اور اس کے کھلا رہنے میں ہی اسلام کی عزت اور آنحضرت صلعم کی شان کی بلندی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترا عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین اور معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہُوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے۔ مگر ہم بصیرت تام سے آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاءؐ یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں۔ جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دنیا کی مثالوں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آ کر اس کا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آ کر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔"[۱]

پھر فرماتے ہیں:۔

"بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔ . . . . . سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔"[۲]

پھر فرماتے ہیں:۔

"خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپؐ کی مُہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مُہر لگ جاتی ہے تو کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی مُہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو۔ وہ سند نہیں۔"[۳]

پھر فرماتے ہیں:۔

"اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔"[۴]

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امورِ غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اس اُمت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔"[۵]

۱؎ ملفوظات صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ ۲؎ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ ۳؎ الحکم ۱۷ اکتوبر [illegible] ۴؎ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵ ۵؎ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

اردو زبان کے متعلق اشارے بقیہ صفحہ ۳

بلکہ ہند کے برصغیر کے باہر بھی دنیا کے گوشے گوشے میں جہاں بھی افراد جماعت احمدیہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس زبان کو نہ صرف عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ سیکھا اور بولا جاتا ہے۔

یقیناً یہ زبان دنیا کی آئندہ تہذیب میں ایک نمایاں حصہ لینے والی ہے۔ اور جو قوم یا ملک اس زبان کی ترقی میں روک بنے گا وہ خدائی تقدیر کا مقابلہ کرنے والا ہوگا۔ اور تہذیب و تمدن اور ترقی کی آئندہ دوڑ میں پیچھے رہ جائے گا۔

تبلیغ حق کے لئے کمربستہ ہو جاؤ

جن احباب کو تبلیغ سلسلہ کے لئے لٹریچر انگریزی اردو وغیرہ کی ضرورت ہو وہ ایک کارڈ لکھ کر

مفت

لٹریچر حاصل کریں اور تبلیغ کو وسعت دیں۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آباد دکن

یہی درود جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ہمیں پہنچتا ہے

از محترم بزرگ حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی

میری پیدائش ہندو قوم میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ تھا۔ کتاب "رسوم ہند" کے پڑھنے سے ۱۸۸۹ء کے قریب میری ہستی پر ایک انقلاب آیا۔ یہ انقلاب جو یقیناً توحید کی طرف انقلاب تھا۔ اج کی طرح بڑھتا گیا۔ آخر ۲۸ ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ مطابق ۶ اپریل ۱۵ اپریل ۱۸۹۴ء کو جب ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگا۔ تو ہمارے مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر نے اس نشان کے ساتھ مہدی کی آمد کا بھی ذکر کیا۔ اس زمانہ سے میرے ایمان کا مخفی بیج روئیدگی پکڑتا گیا۔ سچ ہے عشق اور مشک چھپے نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ کو یہ عاجز اپنے پیارے والدین۔ بہنوں اور بھائیوں اور عزیزوں کو خیر باد کہہ کر امام مہدی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ خدائے ذوالجلال نے جو ہر بھولے بھٹکے کا رہنما اور ہادی ہے میری دستگیری کی۔ اور ۱۳۱۲ھ میں یہ عاجز اس موعود اقوام عالم۔ مہدی دوران۔ ہادیٔ زمان حضرت سیدنا مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں آ پہنچ گیا۔ اور حضور اقدس کی قوت قدسی اور افضال بے پایاں سے مجھے خدا تعالےٰ کی سچی توحید اور دین متین کی سچی معرفت حاصل ہوئی۔ اور میری وہ پیاس اور تڑپ جو میرے دل کو بے چین و بے قرار کئے ہوئے تھی تسکین پا گئی۔

مجھے اپنے آقا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت صحبت میں ایک لمبا عرصہ گذارنے کی توفیق ملی۔ میں سفر و حضر میں آپ کے قدموں میں رہا۔ اور آپ کے کلمات طیبات سنے آپ کے کامل اسوہ کو آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ اور آپ کو مجسم نور اور رحمت اور خدا تعالےٰ کا نزول پایا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے انفاس قدسیہ اور انوار سماویہ کا فیضان عام اپنے اصحاب کو مندرجہ ذیل اوقات میں پہنچاتے تھے۔

(۱) سیر صبح۔

(۲) دربار شام۔

(۳) مجلس طعام

(۴) بعد از نماز مجلس عرفان۔

جب قادیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی۔ ایک روز حضور اقدس علیہ السلام قادیان کے شمالی جانب موضع بٹر کی طرف مع خدام سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کا یہ حقیر خادم بھی ساتھ تھا۔ مختلف احباب اپنے اپنے سوالات پیش کر رہے تھے۔ اور حضور اقدس علیہ السلام کے منہ سے جواباً معارف کے دریا بہہ رہے تھے۔ اگرچہ میں کم سن تھا۔ لیکن دوسروں کے سوالوں سے مجھے بھی جرأت ہو گئی۔ اور میں نے عرض کیا:۔

حضور! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ہم درود پڑھتے ہیں۔ مگر حضور کے لئے کس طرح دعا کی جائے؟

حضور اقدس علیہ السلام نے نہایت محبت اور تلطف سے بے ساختہ فرمایا:۔

"یہی درود جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ہمیں پہنچتا ہے"

حضرت اقدس علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کا جواب باصواب سن کر دل کو تسلی اور روح کو اطمینان ہوا اور صحیح مسئلہ سے واقفیت حاصل ہوئی۔ وقت بسرعت گذرتا گیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہد سعادت بیت گیا۔ سیدنا و مولٰنا حضرت نورالدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ ہوئے آپ حسب دستور مسجد اقصےٰ میں قرآن کریم کا درس فرما رہے تھے۔ حاضر الوقت خوش نصیب آپ کے حقائق و معارف سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ غالباً سورہ جمعہ یا کسی ایسی ہی آیت کا درس تھا۔ جس سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ مسیح موعود کی مماثلت اور مقام فنا ئیت فی الرسول صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہ وسلم بیان فرما رہے تھے۔ میرے ذہن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکورہ بالا ارشاد مستحضر تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور بے اختیار کھڑا ہو گیا حضرت سیدنا خلیفہ اول رض نے میری طرف توجہ فرمائی۔ اور میں نے مذکورہ بالا واقعہ عرض کرتے ہوئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ:۔

"یہی درود جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ہمیں پہنچتا ہے"

دوہرا دیئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سنتے ہی فرمایا:۔

"نیک بختا ایہہ گل کدے چھپوائی وی آ کہ نہیں؟"

یعنی بچے یہ ارشاد کسی اخبار میں شائع بھی کرایا ہے یا نہیں۔

مجھے ٹھیک یاد نہیں۔ خیال پڑتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں لکھ دیا ہوگا۔

بہرحال یہ وہ کلمات طیبات ہیں۔ جو میں نے حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ان کو بہت پسند فرمایا۔ اور شائع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

آج میں اس امانت کو جو بچاس پچپن سال سے میرے دل و دماغ میں محفوظ چلی آ رہی ہے آپ تک پہنچاتا ہوں۔

ہمارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام بے شک وہی تھا جس کا اظہار آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"من فرّق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی"

نیز:۔

"وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے"

میرے دوستو اور پیارو! درود کا پڑھنا اور کثرت سے پڑھنا بہت ہی بابرکت اور ایک قیمتی خزانہ ہے۔ کثرت درود سے ہی ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ برکت ملی کہ آپ کا وہ گھر جس میں آپ نے درود پڑھا نور سے بھر گیا۔ اور فرشتے مشکیں بھر بھر کر نور اس گھر میں لائے۔

درود سب سے بڑی دعا ہے۔ اور تمام دعاؤں کی قبولیت کی کلید ہے۔ اس کو التزام سے پڑھو۔ تاکہ حضرت سرور دو عالم فخر موجودات حضرت محمد مصطفٰے اور آپ کے مثیل اور بروز کامل حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجات کی بلندی کے ساتھ آپ سب کے بھی درجات بلند ہوں۔ اور آپ دنیوی و اُخروی انعامات کے وارث بنیں۔ آجکل احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے۔ بالخصوص پاکستان میں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیاطین کی فوجیں پوری طاقت سے یلغار کے لئے آمادہ ہیں۔ یہ سب کچھ مخالفین دین متین اس مقدس نبی عربی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اسوہ کو چھوڑ کر لیکن حضور کے نام اور عزت کا واسطہ دے کر غلط طور پر کر رہے ہیں۔ پس آؤ! اور حق کی سربلندی اور حضرت سرور دو عالم فخر موجودات کی حقیقی عزت اور نام کی بلندی کے لئے درود شریف کے ذریعہ سے الہٰی نصرت کو کھینچو۔ جب ہمارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کفر کے فتوے زوروں پر تھے۔ تو آپ نے نہایت دردمند لہجے میں اپنے آقا و سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا:۔

یا سیدی قد جئتُ بابک لاھفا
والقومُ بالاکفار قد آذانی

پس آؤ ہم بھی اس نازک وقت میں اس الہٰی سلسلہ کی نصرت و امداد کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام لے کر اور آپ پر درود بھیج کر خدا تعالےٰ کی رحمت کو حاصل کریں۔

تبلیغ کی آسان اور مفید راہ

مدارس و کالج کے طلبا اور عوام الناس لائبریریوں اور ریڈنگ روم میں علمی استفادہ کی خاطر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ ہم ایسے دار المطالعہ اور لائبریریوں میں اخبار بدر جاری کرا کے کم سے کم خرچ سے زیادہ سے زیادہ تبلیغ کر سکتے ہیں۔

اس وقت مختلف مقامات سے یہ اخبار جاری کئے جانے کے خطوط آ رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ تجویز مفید ثابت ہو رہی ہے اور اخبار کو خاص دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے اب احباب کا فرض ہے کہ وہ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ہمیشہ قائم رہنے والا ثواب حاصل کریں۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

دلیر نانکؑ

جناب گیانی عباد اللہ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم گوجرانوالہ (پاکستان) کا مندرجہ ذیل مضمون پٹیالہ ایک ہفتہ وار اخبار میل و ملاپ کے "نانک نمبر" ۱۹۵۰ء میں شائع ہؤا تھا اس مضمون پر ایڈیٹر صاحب اخبار میل و ملاپ نے مندرجہ ذیل نوٹ دیا تھا۔

"گورونانک صاحب کے ایک عقیدتمند مسلمان نے گوجرانوالہ پاکستان سے اپنے خیالات لکھ کر میل ملاپ میں شائع کرنے کے لئے ارسال کئے ہیں .... ہم بڑے احترام سے یہ مضمون اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔" (ایڈیٹر میل و ملاپ)

اخبار بدر کے احباب کی دلچسپی کے لئے گیانی صاحب موصوف کے اس مضمون کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر اخبار بدر)

میرا پیارا نانک خوبیوں کا مجسمہ تھا۔ آپ کے سوانح حالات کو جس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے آپ کی خوبیاں ہی سامنے آتی ہیں۔ اگر کسی کو آپ میں کوئی عیب نظر آتا ہے۔ تو وہ حقیقت میں اس کا اپنا ہی ہوتا ہے۔ جو نانک کے آئینہ میں اسے نظر آتا ہے۔ میں جب کبھی بھی پیارے نانک کے شیریں کلام کا مطالعہ کرتا ہوں یا آپ کے سوانح حیات کو پڑھتا ہوں۔ تو میرے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ میں الفاظ کے ذریعہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں ایک مسلمان ہوں۔ میرا جنم بھی ایک مسلمان خاندان میں ہؤا تھا مگر یہ میری خوش قسمتی ہے۔ کہ مجھے بچپن سے ہی سے پیارے نانک کا شیریں کلام اور سوانح حالات پڑھنے سننے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ آج میں پیارے نانک کی زندگی کے جس واقعہ کو ناظرین کے سامنے لانا چاہتا ہوں وہ نانک کی دلیری اور بہادری سے متعلق ہے۔ اس سے پتہ ملتا ہے۔ کہ آپ میں یہ خوبی بھی اپنی پوری شان کے ساتھ پائی جاتی تھی۔

سکھ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بابر بادشاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور اس کی فوج نے ایمن آباد کو رگید ڈالا تو میرے نانک کا دل یہ خوفناک تباہی دیکھ کر جو جنگ کا ایک [illegible] ہے تڑپ اٹھا۔ اور اس نے بڑے درد سے خدا کو مخاطب کر کے فرمایا:-

ایتی مار پئی کرلانے تیں کی درد نہ آیا
کرتا توں سبھناں کا سوئی
جے سکتا سکتے کو مارے تاں من روس نہ ہوئی
آسا محلہ ۱

(یعنی۔ اے خدا لوگوں پر اس قدر تباہی آئی ہے کہ وہ پکار اٹھے ہیں۔ کیا تیرے دل اپنی مخلوق کا یہ حشر دیکھ کر کوئی درد پیدا نہیں ہؤا۔ اے خالق تو سب کا مالک ہے۔ اگر طاقتور طاقتور کو مارے تو اس کا کوئی افسوس نہیں۔ مگر یہاں تو کمزور لوگ پس گئے ہیں)

بابر کے آدمیوں نے لڑائی کے دوران اور بعد میں اپنا رعب قائم کرنے کی غرض سے قتل و غارت کے علاوہ لوگوں کو گرفتار کرنا بھی شروع کر دیا۔ ان میں میرا نانک بھی مع اپنے ساتھی کے پکڑا لیا گیا۔ جب میرے نانک کے بابر بادشاہ نے درشن کئے۔ تو آپ کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی اس کے دل نے گواہی دی کہ یہ کوئی معمولی قسم کا انسان نہیں بابر نے آپ سے بات چیت کی۔ تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنی شاہی ٹھاٹھ کو ملحوظ رکھتے ہوئے میرے نانک سے کہا۔ کہ مجھ سے کچھ مانگو۔ بابر کی زبان سے یہ بات سنکر میرے نانک کے نورانی چہرہ پر جلال آگیا۔ اور آپ نے بڑی بہادری سے یہ سچائی بیان کی:-

ایماں دیا پاک خدائے
جس کا دیا ہر کوئی کھائے
بندے کی جو لیوے اوٹ
دین دُنی میں تاں کو توٹ
اک داتا سب جگت بھکھاری
تِس کو چھاڈ اور کو لاگے
تن منگی پت ہاری
شاہ پاتشاہ سب تِس کے کئے
تِس کے سنگ نہ کوئی رہیئے
کہہ نانک سن بابر میر
تجھ سے مانگے سو احمق فقیر
(سکالف انہاس حصہ اول [illegible])

میرے نانک کا اچارن کردہ یہ شبد تقریباً تمام جنم ساکھیوں میں اور دوسری کتب میں موجود ہے۔ اس کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ میں پیارے نانک کی پاک روح بول رہی ہے۔ یہ شبد میرے سکھ دوستوں نے کئی مرتبہ پڑھا اور سنا ہوگا۔ اگر اس کا پاٹھ کرتے وقت وہ یہ نظارہ سامنے لایا جائے۔ کہ ایک فاتح بادشاہ ہے جس کی فوج [illegible] گویا مال کر چکی ہے اور کوئی بادشاہ بھی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا۔ اور میرے نانک کو [illegible] نے اپنی طرف سے ایک [illegible] حالت میں پکڑا ہؤا ہے۔ لیکن اس کے باوجود [illegible] بہادر نانک بڑی بے خوفی سے یہ کہتا ہے

کہ نانک سن بابر میر
تجھ سے مانگے سو احمق فقیر

تو اس شبد کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ میرا نانک بہت ہی دلیر اور بہادر تھا۔ اگر بابا نانک صاحب کی جگہ میں سے کوئی ہوتا تو شاید وہ کوئی جاگیر طلب کرتا۔ یا کسی علاقہ کا حاکم بننے کی خواہش ظاہر کرتا۔ لیکن میرے نانک کی بہادری ملاحظہ ہو۔ کہ وہ کس بے پرواہی سے ایک فاتح بادشاہ کے منہ پر کہتا ہے۔ کہ جو تیرے سے کچھ مانگے وہ احمق فقیر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بابر بادشاہ ایک اچھا عالم تھا۔ اور توحید کا سچا پرستار تھا۔ اس نے جب نانک کی زبان سے یہ سچائی سُنی۔ تو اُس کا دل زخمی ہو گیا۔ وہ بابر جس نے بڑی بڑی مہمیں سر کی تھیں۔ اور ہر میدان میں فتح اور کامرانی جس کے قدم چومتی تھی۔ میرے نانک کی اس بہادری سے شکست کھا گیا۔ اُس نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے اپنا ایک خادم تصور کر کے کوئی خدمت کرنے کا موقعہ دیں۔ میرے نانک نے فوراً مسکرا کر کہا۔ کہ اے بابر اگر یہ بات ہے۔ تو پھر ایمن آباد کے تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ بابر نے فوراً اُسی وقت ایک خادم کی طرح بابا صاحب کے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ بلکہ اپنے اہلکاروں کو حکم دے دیا۔ کہ وہ شاہی خزانہ سے ایمن آباد کا تمام نقصان بھی پورا کر دیں۔ بابر کی یہ خدمت اتنی منظور ہوئی۔ کہ میرے نانک نے اس کو سات پشت تک حکومت کرنے کی دعا دی۔ اس کے ساتھ میرے نانک نے اسے عدل اور انصاف سے حکومت کرنے کی تلقین بھی کی۔ اور بتایا کہ عدل سورج ہے اور حکومت اس کا سایہ۔ اگر عدل نہ رہے تو راج بھی نہیں رہتا۔ ایک سکھ ودوان نے لکھا ہے کہ:-

"ست گورو نانک دیو جی نے بابر سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کی حکومت کرے گا یہ عہد ہے کہ اُسے دعا دی تھی۔ کہ وہ جب تک اس عہد پر قائم رہے اس کی فتح ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ گورو صاحب بابر کی حکومت کو اپنی حکومت تصور کرتے تھے۔ سکھ لٹریچر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ:-

بابے کے بابر کے دُوؤ
دھرم کے پر چارک سکھ
اور امن کی حفاظت بابر کے
ہاتھ میں رہے۔"

ترجمہ از سکھاں نے راج کویں جیا صفحہ ۲۱-۲۲

پس میرے نانک کی زندگی کے اس مشہور واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرا نانک بہت بڑا دلیر اور بہادر تھا۔ اور خدا کی راہ میں سچی بات کہنے سے نہ چوکتا تھا۔ جس کے سامنے آکر بابر بادشاہ ایسے فاتح اور کامران بادشاہ بھی سر تسلیم خم کر جاتے تھے۔

مبارک ہے میرا نانک اور مبارک ہے اس کی بہادری۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ خادم کی مالی مشکلات اور جملہ تمام پریشانیاں دور ہونے۔ نیز دینی و دنیوی ترقیات کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے

(۲) میرا لڑکا مودود احمد مطلقہ بیوی کے پاس ہے۔ احباب سے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد بچے کو واپس دے۔ نیز اُس کی لمبی عمر اور صحت کے ساتھ خادم دین بنائے۔

(۳) میرے والد مکرم محمود احمد صاحب کی آنکھیں کافی بہ خرابی (خراب) ہیں اور مرض کھانسی میں مبتلا ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اُنہیں جلد شفاء صحت کاملہ عطا فرماوے۔

(۴) بھائی مظہر حسینی صاحب خود بھی آج کل کچھ بیمار ہیں۔ صحت خراب ہو رہی ہے نیز بچے بھی اکثر بیمار رہتے ہیں۔ احباب اپنی مردعاؤں کے موقعہ پر ان کو اور ان کے بچوں کو ضرور یاد کر لیا کریں

خاکسار
مسعود احمد درویش قادیان
۲۴/۷/۵۰

از حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب ڈپٹیری سسرجن (ریٹائرڈ) قادیان

(۱)

یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل و احسان ہے. کہ اس نے مجھے تیرہ چودہ سال کی عمر میں مسیح زمان و مہدی دوران حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ اور حضور اقدس کے کلمات طیبات سننے اور آپ کی پاک صحبت میں رہنے کا کافی موقع میسّر آیا۔ اور پھر حضور کے پرسعادت عہد کے بعد حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک زمانوں میں بھی وابستگان خلافت میں شامل کیا۔ اور اپنے فضل سے اب زمانہ درویشی میں بھی قادیان دارالامان میں قیام کی توفیق بخشی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں ایک دفعہ میں اور صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ ہوائی بندوق لے کر شکار کے لئے قادیان سے مشرق کی طرف گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے ایک چھوٹے جانور لٹور نامی کا نشانہ کیا۔ گولی جانور کو تو نہ لگی۔ لیکن وہ دہشت سے سہم کر بیٹھ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا وہ اُسے گھر لے آئے۔ سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے۔ اور ٹہلتے ہوئے کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ جب حضور اقدس کی نگاہ لٹور پر پڑی۔ تو آپ نے اس کو صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ سے لے کر اُڑا دیا۔ اور فرمایا:۔ "میاں یہ رکھنے والا جانور نہیں"

(۲)

ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام معہ اپنے اصحاب و خدام کے بیل کلاں کی طرف جانے والے رستہ پر سیر کے لئے نکلے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی ساتھ تھے۔ لیکن وہ بھاری بھرکم اور سست رفتار ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جب خواجہ صاحب کے متعلق دریافت فرمایا تو عرض کیا گیا کہ وہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ حضور ازراہِ شفقت ان کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ جب خواجہ صاحب پہنچے تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا۔ کہ خواجہ صاحب آپ ایک اونٹنی رکھ لیں۔ اس سے آپ اونٹنی والے وکیل مشہور ہو جائیں گے۔ اور اس کی سواری سے آپ کی صحت بھی اچھی ہو جائے گی۔

(۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے جاتے ہوئے جب امرتسر سے گذرے تو ہم اس وقت ایم۔ اے۔ او ہائی سکول امرتسر میں تعلیم پاتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے متعلق اطلاع ملنے پر ہم تین چار طالب علم حضور اقدس کی زیارت کے لئے سٹیشن پر پہنچے۔ سٹیشن پر جا کر دیکھا کہ حضور اقدس علیہ السلام سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں سُرخ لوئی (کمبل) لے کر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب پاس ہیں۔ خاکسار گاڑی کی کھڑکی سے حضور کی زیارت کے لئے اندر کی طرف دیکھنے لگا۔ خواجہ صاحب منع کرنے لگے۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام لوئی اتار کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ:۔ "یہ خدا کے حکم سے آئے ہیں ان کو نہ روکو"۔

(۴)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جب قادیان میں بیعت خلافتِ اولےٰ اور نماز جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فارغ ہو کر ہم واپس شہر کی طرف آ رہے تھے۔ اور میرے ساتھ اس وقت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور شیخ محمد تیمور صاحب تھے۔ جب ہم تینوں باغ بہشتی مقبرہ کے شمال مشرقی کونہ کے قریب پہنچے تو اچانک کسی نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "کیوں میاں عطر دین کیا مولوی محمد علی صاحب نے میری بیعت کی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور مولوی صاحب نے بیعت کر لی ہے۔ اُس وقت تو حضور کا یہ سوال کرنا اور میرا جواب دینا محض ایک اتفاقی امر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جب خلافت اولیٰ کے آخری سالوں میں جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی خلافت احمدیہ کو مٹانے کی کارروائیاں ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ اور بالآخر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی وفات پر یہ لوگ علانیہ خلافت ثانیہ کے باغی بن گئے۔ تو مجھ پر یہ کھلا کہ حضرت خلیفہ اولؓ کے سامنے ان کا اندرونہ ۱۹۰۸ء میں ہی ظاہر تھا۔ گو ان کے حالات عام لوگوں پر مخفی تھے۔ اور خدا تعالےٰ کی تقدیر نے ان کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے زمانہ میں ہی ظاہر کرنا تھا۔

آج جناب مولوی محمد علی صاحب وفات پا چکے ہیں۔ اور ان کا معاملہ اب خدا تعالےٰ کے سپرد ہے۔ اس لئے میں ان کے متعلق کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔ ہاں ان کے رفقاء کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے اوپر واقعہ لکھا ہے۔ وہ حلفاً درست ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے خلافت ثانیہ کے خلاف جو کچھ کیا اس کا نتیجہ اب تمام دنیا پر ظاہر ہے۔ اور دوسری طرف جو ترقیات اور برکات وابستگان خلافت کے شامل حال ہیں وہ بھی اظہر من الشمس ہیں۔ کیا میں ان سے امید کروں کہ وہ اب بھی سنجیدگی سے اس اہم معاملہ پر غور کر کے اس صحیح مسلک کو اختیار کریں۔ جو خدا تعالےٰ کا مقبول اور اس کے مسیح موعود کی خوشنودی کا باعث ہے۔

آج حضرت مصلح موعود کیساتھ خدا تعالیٰ کا وہ وعدہ کہ "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا" اپنی پوری آب و تاب سے پورا ہو چکا ہے اور خلیفہ برحق کے مجاہد اس وقت دنیا کے کناروں میں احمدیت اور اسلام حقیقی کا نام بلند کر رہے ہیں اور اس کا جھنڈا لہرا رہے ہیں۔ بمقابل پر کفر و شرک اور تثلیث کی فوجیں قدم قدم پر شکست کھا کر میدان خالی کر رہی ہیں۔ احمدیت کا نازک و کمزور پودا اب ایک تناور درخت بن رہا ہے اور اسکی شاخیں اور ٹھنڈا سایہ دنیا کے ہر حصہ میں پھیل چکا ہے یہ سب کچھ خلافتِ حقہ کی وابستگی سے ظہور میں آیا ہے اور خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت وابستگانِ خلافت کے شامل حال ہے۔

تقسیم عمل مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

اگرچہ انقلاب سنہ ۴۷ء سے اب تک مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا یہ دفتر باقاعدہ طور پر کام کر رہا ہے لیکن اس جدوجہد کو زیادہ نتیجہ خیز اور مفید بنانے کے لئے دفتر مرکزیہ میں مختلف امور کیلئے الگ الگ مہتممین مقرر کئے گئے ہیں تا ہم مرکزی خاص نگرانی کیساتھ ہمارا قدم ترقی کی طرف اُٹھے۔ اور جماعت کی بیداری اور تنظیم کا باعث بنے۔ اس اعلان کے ساتھ تمام مجالس خدام الاحمدیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ نئے عزائم اور نئی روح لیکر اُٹھیں اور مرکزی عہدہ داروں سے پورا پورا تعاون کریں۔ اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے کی طرف خاص توجہ دیں۔

اس وقت قریباً تمام مجالس میں ایک جمود کی سی حالت طاری ہے جسے توڑنا اور تمام خدام کو ہوشیار کرنا ہم سب کا کام ہے۔ اگر خدانخواستہ آج ہم اس اہم فریضہ سے آنکھ بند کر لیں تو احمدیت کے مستقبل پر اس کا بُرا اثر پڑے گا کیونکہ یہی نوجوان کل جماعت کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہوں گے۔ اور انہیں کے کندھوں پر آئندہ ساری قوم کا بوجھ پڑنے والا ہے۔ پس وقت ہے کہ ہم اس سستی کو دور کریں اور خدا کے دین کی خدمت میں لگ جائیں کہ اسی میں ہماری فلاح و بہبودی ہے۔

دفتر مرکزیہ میں مندرجہ ذیل امور کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداران مقرر کئے گئے ہیں:۔

۱۔ معتمد و مہتمم تربیت و اصلاح — مکرم بدرالدین صاحب عامل

۲۔ مہتمم وقار عمل — مکرم مولوی عبدالقادر صاحب فاضل دہلوی

نائب مہتمم وقار عمل — مولوی عبدالحق صاحب

۳۔ مہتمم تبلیغ — مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل

نائب 〃 — مکرم مولوی خورشید احمد صاحب

۴۔ مہتمم تعلیم — مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب

نائب 〃 — مولوی محمد صادق صاحب ناقد

۵۔ مہتمم تجنید — مکرم چوہدری فیض احمد صاحب

۶۔ مہتمم اطفال — مکرم میر رفیع احمد صاحب

نائب 〃 — مولوی محمد یوسف صاحب

۷۔ مہتمم مال — مکرم چوہدری محمود احمد صاحب عارف

نائب 〃 — چوہدری سکندر خاں صاحب

۸۔ مہتمم ذہانت و صحت جسمانی — مکرم مولوی برکت علی صاحب

نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
قادیان

چھتیس ۳۶ سال قادیان میں

(۵)

از مکرم خواجہ غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر اخبار الفضل حال گھاریاں

زود نویسی کے طریق

اردو زود نویسی نے اس وقت تک ایک فن کی صورت اختیار نہ کی تھی۔ کوئی طریق اور قاعدہ مقرر نہ تھا۔ اور جو کچھ بھی تھا۔ اس میں مذہبی تقریروں اور مذہبی الفاظ کے لکھنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس لئے ہاتھ اور دماغ سے ہی کام لیا جا سکتا تھا۔ جو اُلٹے سیدھے الفاظ ہاتھ کاغذ پر گھسیٹ سکتا۔ یا دماغ تقریر کو محفوظ رکھ سکتا۔ اسی بنا پر تقریر مرتب کی جاتی۔ خلافت ثانیہ کے ابتداء میں ہی جب کہ میں نے درس القرآن مرتب کرنا شروع کیا۔ میرے سپرد خطبات جمعہ لکھنے کا کام بھی کیا گیا۔ اور میں درس کی نسبت خطبہ جمعہ زیادہ آسانی سے لکھ لیتا۔

اور جوں جوں مشق ہوتی گئی۔ ضرورت ایجاد کی ماں بن کر نئی نئی آسانیاں پیدا کرتی گئی۔ میں نے اپنے لئے وقتاً فوقتاً جو آسانیاں اور سہولتیں ایجاد کر لیں۔ اور جن سے بہت فائدہ اٹھایا۔ وہ اس قسم کی تھیں۔ (۱) لکھنے کا کاغذ چکنا اور بغیر رول ہو (۲) لکھنے کی کاپی سِلی ہوئی ہو (۳) پنسل نرم ہو۔ اور سکہ موٹا رکھا جائے۔ نوکدار نہ بنایا جائے۔ (۴) الفاظ کے گھیرے اور شکلیں مکمل نہ بنائی جائیں (۵) فقروں کے چھوٹے چھوٹے الفاظ مثلاً میں۔ سے۔ کو۔ ہے۔ وغیرہ کو حذف کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ اور فقرات نامکمل اور ادھورے لکھے جائیں نقطے نہ ڈالیں جائیں (۶) مقرر کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش کی جائے۔ اگر کسی جگہ پیچھے رہ جائے۔ تو چھوڑ کر ساتھ مل جائے۔ (۷) قرآن کریم کی آیت یا حدیث کا ایک آدھ حرف لکھ لیا جائے۔ اور مرتب کرتے وقت مفصل لکھ لی جائے۔

(۸) جلد سے جلد لکھی ہوئی تحریر پر نظر ثانی کی جائے۔ اور جو الفاظ دماغ میں محفوظ ہوں۔ ان کو بھی کاپی پر لکھ لیا جائے۔ (۹) جلد سے جلد تقریر مرتب کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور کاپی پر آئے ہوئے الفاظ قائم رکھ کر فقرے مکمل کئے جائیں (۱۰) کاپی کے ایک طرف لکھا جائے۔ تاکہ ورق نہ کٹے۔

میں جلدی ہو سکے۔ جوں جوں تجربہ بڑھتا گیا۔ یہ تجویزیں سوجھتی گئیں۔ اور میں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اور خدا کے فضل سے حضور کی لمبی سے لمبی تقریر جو بعض اوقات ۵-۶ گھنٹے تک بھی ہوتی تھی۔ نہایت عمدگی سے لکھ لیتا۔ اور حضور نے بارہا بڑی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک بھی فرمایا۔ کہ بعض اوقات نظر ثانی کرتے وقت مجھے یاد نہیں ہوتا۔ کہ فلاں فلاں بات میں نے کہی ہے یا نہیں۔ لیکن وہ ہوتی درست ہے۔

حضور کے ملفوظات قلم بند کرنے کے سلسلہ میں مجھے خدا تعالےٰ کے فضل سے اس قدر مشق ہو گئی۔ کہ کوئی اور تقریر قلمبند کرنا میرے لئے بہت آسان ہو گیا۔ کیونکہ ساری جماعت میں خدا کے فضل سے جو بڑے بڑے اعلیٰ مقرر تھے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی تقریر میں حضور سے زیادہ روانی اور تیزی ہو۔ اس وجہ سے میں ہر مقرر کی تقریر بآسانی قلم بند کر سکتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کی تقریر وفات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر لکھی۔ یہ تقریر میں نے جب مرتب کر کے نظر ثانی کے طور پر حضرت حافظ صاحب کو سنائی۔ تو آپ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور مجھ پر حضرت حافظ صاحب کی نوازشات پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ آپ نے ساری تقریر میں جو نہایت مفصل تھی۔ اور جسے میں نے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا۔ ایک لفظ کی بھی اصلاح نہ فرمائی۔ اور تقریر سن کر فرمایا۔ یہ تقریر ہے تو میری۔ مگر مجھے یاد نہیں۔ کہ میں نے اتنی مفصل تقریر کی تھی۔ اب یہ تقریر سن کر مجھے بھی لطف آ گیا۔

اس موقع پر بہت دعائیں دیں۔ جو خدا تعالےٰ نے میرے حق میں منظور فرمائیں۔ حضرت حافظ صاحب مرحوم و مغفور بھی ان بزرگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے مجھ پر ابتدائی اور بے معرف زندگی میں بڑے بڑے احسانات فرمائے۔ اور بڑی محبت اور شفقت کے سلوک کئے۔ قرآن کریم کا کچھ حصہ خاص اہتمام سے پڑھایا۔ میں

آپ کے مکان کے قریب ہی آپ کے ہمسایہ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے شہر کے ایک حصہ میں رہتا تھا۔ آپ صبح کی نماز کے لئے مسجد میں جاتے ہوئے مجھے جگا جاتے اور پھر نماز کے بعد میری جائے رہائش میں تشریف لا کر مجھے قرآن کریم پڑھاتے۔ اور بھی کئی ایک اصحاب جمع ہو جاتے۔ پھر اخبار نویسی کے دوران میں بہترین علمی امداد آپ سے حاصل ہوتی رہی۔ اخبار باقاعدہ شاگردوں سے پڑھوا کر سنتے۔ اور بعض اوقات خوشی کا اظہار بھی فرماتے۔ اور داد دے کر حوصلہ افزائی کرتے۔ غرض میرے سراپا رحمت اور شفقت تھے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا درس القرآن مرتب کرنے اور آپ کے خطبات اور تقریریں قلم بند کرنے کی وجہ سے جہاں دینی امور اور دینی معلومات میں بے حد اضافہ ہوا۔ وہاں مضامین نویسی میں مجھے بے حد فائدہ پہنچا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ میری اخبار نویسی کی حقیقی بنیاد یہی چیز قرار پائی۔ اور اسی کے سہارے میں اخبار نویسی کا سارا زمانہ گزرا۔

پہلی جماعت مبلغین

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کے ابتداء میں ہی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے سلسلہ کے اہم اور ضروری کاموں میں منہمک رہتے اور مدرسہ احمدیہ میں باقاعدہ تعلیم دینے کے فرائض ادا کرنے کے باوجود بطور خود ایک بے قاعدہ سی مبلغین کلاس جاری فرما دی جس میں ابتداء میں تو چند نوجوان شامل ہوئے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں بعض معمر اصحاب بھی شریک ہو گئے۔ اور طالب علموں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کی علمیت۔ ان کے اخلاق۔ ان کی شفقت۔ ان کا حسن سلوک ان کا ہر کس و ناکس سے پیار و محبت۔ ان کی مومنانہ بے تکلفی۔ ان کی پر لطف اور پرکشش اور پر مذاق گفتگو۔ ان کی سادگی اور خندہ پیشانی۔ ان کی غیر معمولی محنت اور مشقت۔ غرض ان کی ہر خوبی (اور کونسی خوبی تھی جو ان میں نہ تھی) خاص شان رکھتی تھی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہی مجھے ان سے نیاز حاصل ہو چکا تھا۔ میں بعض اوقات اپنے مضامین کی اصلاح بھی کرا لیا کرتا تھا۔ اور کوئی مضمون لکھنے کے لئے معلومات حاصل کر لیتا۔ اس وقت میری

رہائش حضرت میر صاحب کے مکان کی نچلی منزل میں تھی۔ جو حضرت نواب صاحب کا مکان تھا۔ مجھے قادیان میں جو پہلا رمضان آیا۔ اس میں عدم واقفیت کی وجہ سے سحری کے کھانے کے متعلق کافی دقت برداشت کرنا پڑی۔ کھانے کا عام حالات میں بھی کوئی مناسب انتظام نہ تھا۔ لیکن جو کچھ بھی تھا۔ وہ رمضان میں بالکل درہم برہم ہو گیا۔ روزہ رکھنے کا میں عادی تھا۔ میں سحری کو اُٹھتا۔ اور روزہ باقاعدہ رکھتا۔ خواہ کچھ کھائے بغیر ہی رکھنا پڑتا۔ ان ایام میں حضرت میر صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ نے میرے لئے کئی بار بڑی آسانی مہیا فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

غرض چونکہ میں حضرت میر صاحب سے کچھ نہ کچھ پہلے سے متعارف تھا۔ اس لئے آپ نے مجھے بھی اسی کلاس میں شریک فرما لیا۔ ہم چند لڑکے اور کچھ معمر آدمی آپ سے قرآن کریم اور حدیث پڑھنے لگے۔ اور آپ کی تربیت سے مستفیض ہونے لگے۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں جلسہ کر کے طلباء سے تقریریں کرائی جاتیں۔ مختلف مسائل کے متعلق نوٹ لکھائے جاتے اور حضرت میر صاحب طلبا کی تقریروں پر خود ریویو کرتے اور اصلاح فرماتے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس کلاس کو مبلغین کی باقاعدہ جماعت بنا دینے کا ارشاد فرما دیا۔ جو نوجوان سارا وقت پڑھنے میں لگا سکتے تھے۔ ان کو رکھ لیا گیا۔ ان کے وظائف مقرر فرما دیئے۔ رہائش کے لئے بورڈنگ تجویز ہو گیا۔ اور اس کلاس کو مدرسہ احمدیہ کی باقاعدہ کلاس بنا دیا گیا۔ جہاں مختلف اساتذہ تعلیم دیتے تھے۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب قرآن کریم پڑھاتے۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحب حدیث کی تعلیم دیتے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مختلف مسائل پر نوٹ لکھاتے۔ حضرت میر قاسم علی صاحبؓ ایڈیٹر فاروق عیسائیت اور آریہ دھرم کے متعلق تعلیم دیتے۔ میں اس وقت دفتر الفضل میں کام کرتا تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے مجھے بھی باقاعدہ اس جماعت مبلغین میں داخل ہو کر پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ "الفضل" کے کام سے بالکل فارغ فرما دیا۔ مگر تنخواہ جاری رکھی۔ اس وقت حضور "الفضل" کے تمام اخراجات اپنی جیب سے ادا فرماتے تھے۔

قبل اس کے کہ مبلغین کلاس مدرسہ احمدیہ کی باقاعدہ جماعت قرار پائے۔ ابھی حضرت میر صاحب ہی پڑھاتے تھے۔ کہ ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ جس نے میری زندگی کے لئے ایک خاص

سانحہ مقرر کر دیا۔ ایسا سانحہ جس میں میں نے قادیان کی بقیہ ساری زندگی بسر کی۔ اور جو دینی و دنیوی لحاظ سے میرے لئے غیر معمولی انعامات کا موجب ہؤا۔

وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ ایک دن حضرت میر صاحب حسب معمول مسجد اقصےٰ کے اس جنوبی حصہ میں جہاں وہ اپنی نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ ظہر کے بعد ہمیں پڑھا رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ کہ ایک شخص نے آکر ان کے ہاتھ میں ایک رقعہ دیا۔ میں آپ کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ آپ نے وہ رقعہ پڑھا۔ اور میری طرف بڑھا دیا۔ اور بڑی شفقت کے ساتھ مسکراتے ہوئے ایک لفظ پر انگلی رکھ کر فرمایا "یہ پڑھو"۔ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا خط پہچانتا تھا۔ رقعہ لیتے ہی معلوم ہوگیا۔ کہ حضور کا لکھا ہؤا ہے۔ اور جب میں نے وہ لفظ پڑھا جس پر حضرت میر صاحب نے انگلی رکھی تھی۔ تو میری خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ اور وہ الفاظ یہ تھے "عزیزم غلام نبی" اس وقت جی تو یہ چاہتا تھا۔ کہ سب کو یہ الفاظ دکھاؤں۔ اور خوشی کا اظہار کروں۔ مگر میں نے کافی ضبط سے کام لیا۔ اور صرف حضرت میر صاحب کے چہرہ کی طرف دیکھ کر اور مسکرا کر خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد میں جوں جوں وہ رقعہ پڑھتا گیا۔ خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات میں گم ہوتا گیا۔ سارا رقعہ پڑھ کر میں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور بغیر ایک لفظ کہے درس میں شریک ہوگیا۔

افسوس کہ یہ نہایت قیمتی تحریر جو میں نے سالہا سال بڑی احتیاط سے محفوظ رکھی۔ اور جس کو دیکھ کر اس وقت کا ہو بہو نقشہ میری آنکھوں کے سامنے کھنچ جایا کرتا تھا۔ جب وہ ملی تھی۔ اور جس کے متعلق میرا ارادہ تھا کہ آخری دم تک اپنے پاس محفوظ رکھوں گا۔ قادیان سے بعد حسرت نکالے جانے پر رہ گئی۔ بال بچوں کو جب میں نے قادیان سے قافلہ کے ساتھ بھیجا۔ تو اس وقت بہت سی قیمتی تحریریں ان کے ساتھ بھیج دیں۔ لیکن اس موقعہ بھی نہایت اہم تحریریں رکھ لیں۔ کہ نہ معلوم بچوں اور عورتوں کو کہاں اور کیسی جگہ سر چھپانے کو ملے۔ اور ارادہ یہ تھا۔ کہ ان تحریروں کو اپنے پاس رکھوں گا۔ لیکن خدا تعالےٰ کو جو منظور تھا وہی ہؤا جب قادیان چھُٹ گئی۔ تو اس سے زیادہ عزیز اور کیا چیز تھی جسے روئیں۔ بہرحال جو تحریریں بھیج دی تھیں۔ وہ تو جوں توں کر کے محفوظ رہیں۔ لیکن جن کے لئے زیادہ احتیاط کی تھی۔ وہ ضائع ہوگئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کس طرح ضائع ہوئیں۔ یہ نہایت دردناک واقعہ ہے۔ اور "الفضل" میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اس طرح میں اس قیمتی تحریر سے محروم ہو گیا لیکن میں نے اسے اتنی بار پڑھا۔ اور ہمیشہ پڑھتا رہتا تھا۔ اس لئے مجھے تقریباً حفظ ہو چکی تھی اور اس وقت میں حافظہ کی بناء پر اس کو پیش کرتا ہوں۔

حضور کی وہ تحریر کچھ اس رنگ کی تھی۔

عزیزم غلام نبی۔ السلام علیکم
چونکہ خدا تعالےٰ نے میرے سپرد بہت بڑا کام کیا ہے۔ اور اب "الفضل" کو ایڈیٹ کرنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ کچھ نوجوانوں کو اس کام کے لئے تیار کروں۔ اور ان کے سپرد وہ کام کروں۔ جو میں خود کیا کرتا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں کسی اور کو منتخب کروں تم کو اور نیاز احمد کو موقع دیتا ہوں۔ اگر تم اپنے آپ کو اس کے قابل بنا سکو۔ اور اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف کر سکو۔ اس کے لئے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کا ترجمہ آنا چاہیئے۔ اور صحاح ستہ پر عبور ہونا چاہیئے۔
۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ ہونا چاہیئے۔
۳۔ غیر مذاہب کی مذہبی کتب کی واقفیت ہونی چاہیئے۔
۴۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت اور اس سے اخلاص لازمی چیز ہے۔
۵۔ حکومتِ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری ضروری چیز ہے۔
۶۔ احمدیت کے لئے اخلاص اور ہر قسم کی قربانی کرنے کا مادہ ہونا چاہیئے۔

مگر میں دیکھتا ہوں تم میں ان امور کے متعلق بہت کمی ہے۔ اور کئی ایک باتوں میں تو بہت ہی کمی ہے۔ اگر تم کچھ سیکھ سکو۔ محنت اور کوشش کرو۔ تو میں تم دونوں کو موقع دینا چاہتا ہوں۔ تم سوچ کر اس کے متعلق مجھے جواب دو۔

میں نے یہ تحریر کسی کو نہ دکھائی۔ اور نہ کسی سے اس بارہ میں صلاح و مشورہ لیا۔ در اصل مجھے یوں محسوس ہؤا۔ کہ ایک نہایت قیمتی اور گراں مایہ چیز مجھے محض خدا کے فضل سے دستیاب ہوئی ہے۔ جسے پوشیدہ رکھنا ہی میرے لئے ضروری ہے۔ اگر میں نے اسے ظاہر کر دیا۔ اور خدانخواستہ اس کے مطابق اپنے آپ کو نہ بنایا۔ اور نہ بن سکا۔ تو بڑی ہی ندامت ہوگی۔ میں نے حضور کے ارشاد کے مطابق اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق اس پر خود ہی غور کیا۔ لیکن کوئی جواب نہ سُوجھتا۔ ایک طرف تو میں اپنی حالت کو دیکھتا۔ اور دوسری طرف اس عظیم الشان کام پر نظر کرتا۔ جس کے لئے مجھے کہا گیا تھا۔ تو میرا دل بیٹھنے لگتا۔ آخر میں نے بڑی کشمکش اور تردد کے بعد چند الفاظ لکھنے کی کوشش کی اور وہ یہ تھے۔

سیدی و آقائی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی وساطت سے حضور کا جو رقعہ مجھے ملا ہے۔ اس کے متعلق نہایت ہی مؤدبانہ عرض ہے۔ کہ میں تو اپنے آپ میں کوئی ایسی بات نہیں پاتا۔ کہ اس کام کے قابل بن سکوں گا۔ لیکن یہ یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر حضور ایک تنکے سے بھی کوئی کام لینا چاہیں۔ تو خدا تعالےٰ اس میں اس کام کے کرنے کی اہلیت پیدا کر دے گا میں ایک تنکے کی حیثیت سے یہ کہتے ہوئے اپنے آپ کو حضور کے قدموں میں پیش کرتا ہوں

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

طالبِ دعا
غلام نبی

حضور کی خدمت میں میں نے یہ جواب پیش کر دیا۔ نیاز احمد صاحب کو بھی میں نے حضور کا رقعہ پڑھا دیا۔ مگر مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے کیا جواب دیا۔ اور نہ میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی۔

جماعت احمدیہ اور احیائے شریعت (بقیہ صہ ۱۲)

جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے۔ قمار بازی سے۔ بدنظری سے اور خیانت سے۔ رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکساری سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے، جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا۔ اور اُن کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے، جو شخص اپنی اہلیہ اور اسکے اقارب سے نرمی اور احسان کیساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت سے نہیں ہے، جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کیلئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے۔ اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور اُن کا ہمنشیں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ (کشتی نوح)

پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ شرائط بیعت عہد بیعت اور تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بار بار مطالعہ کرے۔ اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ کہ وہ کس حد تک اس عہدِ بیعت کو نبھا رہا ہے۔ اور کس حد تک وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہے

دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے نفوس میں نیک اور پاکیزہ تبدیلی کر دے۔ کہ ہم دنیا کے لئے باعث ہدایت ہوں۔

اللّٰھم آمین۔

اعلانِ نکاح

مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۲ء بروز اتوار بعد نماز عصر احمدیہ جوبلی ہال حیدرآباد دکن میں مکرم مولوی فضل الدین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے مکرم مرزا محمود احمد صاحب درویش قادیان ابن مکرم مرزا محمد کریم بیگ صاحب مرحوم کا نکاح سعیدہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنت حافظ عبدالوحی صاحب مرحوم بعوض ایک ہزار مہر پڑھا۔ احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اس نکاح کو جانبین کیلئے مبارک کرے اور نیک نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔ شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ حیدرآباد دکن

دوستی کے پردہ میں دشمنی

از مکرم حکیم غلام نبی صاحب مبلغ کولگام کشمیر

اسلام جس قدر نادان دوستوں سے کمزور ہوا ہے۔ دشمن کا تعصب شاید اتنا اس پر اثر انداز نہ ہوا ہو۔ یہ ثابت شدہ امر ہے۔ اور اہل نظر اس سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ اہل اسلام کے وہ عقائد جو کہ اسلام کے منورہ چہرہ پر بدنما داغ سے کم نہ تھے۔ اور جو بلاد یورپ و مشرق غیر مسلم اقوام میں تبلیغ کے لئے روک ثابت ہوئے ان عقائد میں جہاد بالسیف یعنے اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کا مقر ہونا۔ حیات مسیح کا تسلیم کرنا۔ انبیاء میں بعض اخلاقی کمزوریوں کا ماننا وغیرہ ہیں۔ انہی عقائد میں سے ایک یہ عقیدہ بھی تھا۔ جو اسلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بلند بالا شان کے لئے سخت عار تھا۔ وہ یہ کہ فخر رسل سید الانبیاء محمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بایں معنے تسلیم کیا جائے کہ آپ کی قوتِ قدسیہ اور لاثانی تعلیم کسی کو خلعتِ نبوت کی منور زینت سے مزین نہیں کر سکتی۔ اگرچہ اطاعت اور پیروی میں آپ کا امتی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دے یہ عقیدہ قرآنی روشنی کے آگے بالکل نامناسب۔ اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھنے سے غلط ثابت ہوتا ہے یعقل خداداد اس سے متفق نہیں۔ آئمہ دین اس کے خلاف ہیں۔ چشم حقیقت بیں کے آگے یہ گھناؤنی تعبیر ناقابلِ قبول ہے۔

حضرت مرزا غلام احمدؑ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں اور عقائد کی اصلاح فرمائی۔ وہاں رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو اپنی اصلی دلربا صورت میں منکشف فرمایا۔ جس سے آنحضرت صلعم کی عزت بڑھ گئی۔ اور آپ کی پیروی سے لامتناہی ترقیات حاصل ہونے کا یقین محکم ہؤا۔ اور اسلام کی زندگی کا ایک بڑا بھاری ثبوت ملا۔ آپ نے قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی کامل پیروی انسان کو نبوت کے بلند مقام تک لے جا سکتی ہے۔ اور آپ کی قوتِ قدسیہ نبی تراش ہے۔ گذشتہ انبیاء کی پیروی نبوت کے بلند مقام تک لے جانے سے قاصر رہی۔ اور یہ مقام صرف اور صرف آپ کو ہی نبوت محمدیہ کے فیض سے حاصل ہے۔

آپ نے حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور آپ کی پیروی سے ترقی کرنے پر فخر کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہؤا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اس پاک رسول کی مدح و ثناء جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے کی اور جس خیر خوبی سے مدح کو عملی جامہ آپ نے پہنایا تیرہ سو سالہ تاریخ اس کی نظیر دکھانے سے عاجز ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

درکوئے او اگر سرِ عشاق را زنند
اول کسے کہ لاف تعشق زند منم
(درثمین فارسی)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حقیقت یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام حضرت رسولِ عربی صلعم کے سچے عاشق تھے۔ آنحضرتؐ کی پیروی سے ہی آپ نے وہ بلند مقام حاصل کیا جس کا ذکر اُنہوں نے اس اپنے ایک شعر میں کیا ہے ؎

میں کبھی آدم کبھی موسےٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ہاں کیوں نہ وہ اس مقام کو پاتے جبکہ انہوں نے حضور کی ہی محبت کے گیت گائے اور صرف زبانی محبت پر ہی بس نہ کیا۔ بلکہ عملاً رسول پاک صلعم کی شان کو بلند کرتے اور آپ کے جاہ وجلال اور تقدس کو قائم کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ آپ نے اس کام کو بخیر و خوبی انجام دیا۔ ایمان کو اس مستحکم چٹان پر قائم فرمایا۔ جس کو باد صرصر کے زور دار جھونکے اپنی جگہ سے متزلزل کرنے سے قاصر ہے۔ اور شیطانی طاقتوں کے خرمن ہائے باطل جلا کر راکھ کر دیئے۔

اللہ تعالےٰ نے کبھی یہ نہ چاہا کہ لوگ یہ کہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس غلط عقیدہ کو ترویج دیں۔ کہ حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی آپ کے امتی کو ترقی دینے سے قاصر ہے۔ اور آپ کی پوری اطاعت بھی کسی کو انعام کا مستحق نہیں بناتی۔ چہ جائیکہ آپ کا امتی صدق کی راہ میں قدم مارے حضرت مرزا غلام احمدؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کی متعدد آیات سے اس عقیدہ کا غلط ہونا ثابت کر دیا۔ میں اپنے اس بیان کو مختصر کر دیتا ہوں اور قرآن شریف کی صرف ایک آیت کو پیش کرتا ہوں۔ سورہ نساء رکوع ۹ میں آیا ہے۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

کہ جو پیروی کرے اللہ کی اور اس کے اس رسول کی وہ ان لوگوں میں سے ہونگے جن پر انعام کئے اللہ تعالےٰ نے یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں میں سے رفاقت کے لحاظ سے یہ کیا ہی اچھا گروہ ہے۔ بعض کوتاہ اندیش اس جگہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں مع الذین آیا ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ کہ وہ ان کے ساتھ ہوں گے فی الحقیقت نبی نہ ہوں گے۔ پھر معنے یہ بنتے ہیں۔ جو پیروی کرے خدا کی اور اس کے رسول کی وہ نبی تو نہ ہوں گے ہاں نبیوں کے ساتھ ہوں گے۔ انہوں نے صدیق ہونا نہیں ہاں صدیقوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔ شہید اور صالح تو بنیں گے نہیں البتہ ان کے ساتھ ہوں گے۔ کیا ہی بری تفہیم ہے۔ گویا اگر نبوت کی یہاں نفی کی جائے تو سب انعامات بند ہو گئے۔ اور پھر اس کا کوئی بھی حل نہیں۔ حقیقت یہ ہے صدیق اور شہید اور صالح ضرور ہوں گے بس اسی طرح نبی بھی ضرور ہوں گے۔ سچ یہ ہے کہ جھوٹ کے پیر نہیں۔ ادھر بلند بانگ دعویٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بایں معنے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اُدھر حضرت عیسےٰؑ کے نزول من السماء کا موہوم خیال بھی ہے حالانکہ وہ خدا تعالےٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ بہرحال یہ عقیدہ ایک ایسی دلدل میں پھنسانے کا موجب ہے۔ جس سے نکلنا آسان نہیں۔

اب سنیئے حضور صلعم کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ خاتم النبیین تاء کی زبر سے ہے۔ جس کے معنے ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اور اصطلاحی معنے یہ بنتے ہیں۔ کہ آپ تمام نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ گذشتہ انبیاء جو کمالات متفرق طور پر رکھتے تھے۔ وہ سب کے سب آپ کے وجود باجود میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں علاوہ اس کے ذاتی کمالات بھی ہیں۔ گویا بطور مثال آپ روحانی بحر ناپیدا کنار ہیں جس کی انتہاء تک معمولی ذہن پہنچنے سے عاجز ہے۔ اس سمندر میں تمام انبیاء کے کمالات کے دریا۔ ندی نالے جمع ہو جاتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ نیچے سے بھی پانی اُبلتا ہے۔ جو ذاتی کمالات کا پانی ہے۔ یہ سمندر اس قدر وسیع ہے۔ کہ اگر ساری دنیا پیاسی ہو تو اس سے سیر ہو جائے۔ اور سب مشکیزے بھر بھر کرلے جائیں۔ اس میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔ اگر کوئی موسےٰ بن کر موسےٰ والی نہر اس سمندر سے نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے۔ اگر کسی میں عیسوی صفات بدرجۂ اتم پیدا ہو جائیں گے تو وہ عیسےٰ والی نہر نکال سکتا ہے۔ لیکن اس وسیع سمندر میں کمی نہیں آسکتی۔ حضور فرماتے ہیں ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اس سمندر کے کامیاب تیراک تھے۔ تبھی تو فرماتے ہیں تم کیا کہتے ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی انسان کو نبوت کا مقام نہیں بخش سکتی ہاں سنو اور کان کھول کر سنو کہ ؎

میں کبھی آدم کبھی موسےٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

بھائیو! اگر یہ کہا جائے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جبراً نبوت کے میدان میں چلنے سے منع فرمایا ہے۔ تاکوئی رسول پاک صلعم کی نبوت چھین نہ لے اور رسول پاک صلعم رحمۃ للعالمین تھے۔ مگر سب سے بڑی برکت اور رحمت اور انعام کو جو کہ نبوت ہی ہے کو بند کرنے کا موجب بنے کس قدر آپؐ کی شان کے خلاف ہے۔ مذکورہ بالا بیان اور اس بیان میں کس قدر فرق ہے ہم آسمان اور زمین کے مالک کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند ہو۔ اور آپ کا تخت سب تختوں سے بالا ہو۔ اور یہی حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کا بھی مقصد تھا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور ان کی مالی ذمہ واریاں

یکم مئی ۱۹۵۱ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء تک جماعتوں کے بجٹ اور ان کی طرف سے اس کے مقابل پر موصول شدہ چندہ اور ۵۲/۴/۳۰ کو جو بقایا ان کے ذمہ رہ جاتا ہے ۔ اس کی فہرست جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے ذیل میں شائع کی جا رہی ہے ۔ اگر کسی جماعت کے نزدیک ان کے حساب اور اس حساب میں کوئی فرق ہو تو اس کی اصلاح کرالیں ۔

نام جماعت	بجٹ ۱۹۵۱-۵۲ء				وصولی سالانہ				بقایا				کیفیت
	چندہ عام و حصہ آمد و بقایا	چندہ جلسہ سالانہ	چندہ تحریک تعمیر	میزان	چندہ عام و حصہ آمد و بقایا	چندہ جلسہ سالانہ	چندہ تحریک تعمیر	میزان	چندہ عام و حصہ آمد و بقایا	چندہ جلسہ سالانہ	چندہ تحریک تعمیر	میزان	
بھوپال	۵۹۵-۸-۰	۲۶-۰-۰	-	۶۲۱-۸-۰	-	-	-	-	۵۹۵-۸-۰	۲۶-۰-۰	-	۶۲۱-۸-۰	
رام پور	۲۷۰-۰-۰	۳۲-۰-۰	-	۳۰۲-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۱۰-۰-۰	-	۱۳۰-۰-۰	۱۵۰-۰-۰	۲۲-۰-۰	-	۱۷۲-۰-۰	
کشن گڑھ	۴۹۷-۰-۰	۵۲-۸-۶	-	۵۴۹-۸-۶	۳۳۴-۱-۰	۱۹-۰-۰	-	۳۵۳-۱-۰	۱۶۲-۱۵-۰	۳۳-۸-۶	-	۱۹۶-۷-۶	
جھانسی	۱۶۱-۰-۰	۱۰-۱۵-۰	-	۱۷۱-۱۵-۰	۲۵-۹-۰	۱۰-۰-۰	-	۳۵-۹-۰	۱۳۵-۷-۰	۰-۱۵-۰	-	۱۳۶-۶-۰	
صالح نگر	۲۹۴-۱۲-۰	۳۳-۱۲-۰	-	۳۲۸-۸-۰	۱۵۹-۱۱-۰	۳۳-۱۲-۰	-	۱۹۳-۷-۰	۱۳۵-۱-۰	-	-	۱۳۵-۱-۰	
بھدوہی	۲۹۴-۱۴-۰	۱۹-۰-۰	-	۳۱۳-۱۴-۰	۳۱-۲-۰	-	-	۳۱-۲-۰	۲۶۳-۱۲-۰	۱۹-۰-۰	-	۲۸۲-۱۲-۰	
لکھنو	۸۲-۸-۰	۷-۲-۰	-	۸۹-۱۰-۰	۹۷-۰-۰	-	-	۹۷-۰-۰	۱۴-۸-۰	۷-۲-۰	-	۷-۶-۰	
کریل دین پوری	۸۴-۱۲-۰	۱۱-۰-۰	-	۹۵-۱۲-۰	۳۳-۰-۰	۵-۰-۰	-	۳۸-۰-۰	۵۱-۱۲-۰	۶-۰-۰	-	۵۷-۱۲-۰	
فیض آباد	۱۳۳-۰-۰	۱۱-۰-۰	-	۱۴۴-۰-۰	۱۳۲-۰-۰	۱۱-۰-۰	-	۱۴۳-۰-۰	۱-۰-۰	-	-	۱-۰-۰	
اکبرپور	۶۰-۰-۰	۵-۰-۰	-	۶۵-۰-۰	-	-	-	-	۶۰-۰-۰	۵-۰-۰	-	۶۵-۰-۰	
گونڈہ	۳۰۳-۱۲-۰	۴۰-۸-۰	-	۳۴۴-۴-۰	۲۸۷-۲-۰	۳۸-۴-۰	-	۳۲۵-۶-۰	۱۶-۱۰-۰	۲-۴-۰	-	۱۸-۱۴-۰	
حلقہ بہار													
مظفرپور	۱۸۲۶-۷-۰	۱۵۴-۱۳-۰	۱۱۰۸-۰-۰	۳۰۸۹-۴-۰	۱۶۹۲-۱۱-۶	۱۳۳-۲-۰	۲۲۵-۱۰-۶	۲۰۵۱-۹-۰	۱۳۳-۱۱-۶	۲۱-۱۰-۰	۸۸۲-۵-۶	۱۰۳۷-۱۱-۰	
پٹنہ	۳۴۳۴-۸-۰	۳۶۷-۸-۰	۵۰۶-۱-۰	۴۳۰۸-۱-۰	۲۲۷۹-۲-۰	۶۱-۲-۰	۳۶۶-۱۴-۰	۲۸۰۷-۲-۰	۱۰۵۵-۶-۰	۳۰۶-۶-۰	۱۳۹-۳-۰	۱۵۰۰-۱۵-۰	
بھاگلپور	۱۴۴۵-۶-۶	۱۰۴-۱۲-۰	-	۱۵۵۰-۲-۶	۲۹۱-۶-۰	۱۹-۸-۰	۳-۰-۰	۳۱۳-۱۴-۰	۱۱۵۴-۰-۶	۸۵-۴-۰	۳-۰-۰	۱۲۳۶-۴-۶	
رانچی	۸۸۰-۰-۰	۶۸-۸-۰	-	۹۴۸-۸-۰	۳۳۶-۴-۰	-	-	۳۳۶-۴-۰	۵۴۳-۱۲-۰	۶۸-۸-۰	-	۶۱۲-۴-۰	
بیگوسرائے	۱۲۳۵-۱۲-۰	۳۹-۰-۰	-	۱۲۷۴-۱۲-۰	۵۴-۶-۰	-	-	۵۴-۶-۰	۱۱۸۱-۶-۰	۳۹-۰-۰	-	۱۲۲۰-۶-۰	

تحریک درویش فنڈ

اور

جماعت کے مخیر احباب

پیشتر ازیں تحریک درویش فنڈ کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے مکتوب اور اس پر حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اظہار پسندیدگی سے جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کو اطلاع بھجواتے ہوئے اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ مگر اب تک اس مد میں آمدہ وعدوں اور وصولی کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے ایک کثیر حصہ نے اس کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دی۔ لہذا مخلصین جماعت کی آگاہی اور فوری توجہ کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کے مکتوب کا ایک حصہ ذیل میں دوبارہ درج کیا جاتا ہے۔

دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے۔ لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہیں پا سکا۔ اور صرف قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمتِ دین بجالاویں۔

پس دوسروں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچالیں جو توجہ کے انتشار کا موجب ہو۔ حقیقتاً ہم پر یہ درویشوں کا احسان ہے کہ وہ بھاری قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ پس یہ امداد ہرگز صدقہ یا خیرات کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے۔ جو شکرانہ اور قدردانی کے رنگ میں ہم یا ہندوستانی دوست درویشوں کی ضرورت میں پیش کرتے ہیں۔ بہرحال آپ فوری طور پر ..... ہندوستانی احباب میں تحریک کریں۔ کہ وہ اس فنڈ میں حصہ لے کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ اور خدا کے سامنے سرخرو ہوں۔

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس خط کو پڑھ کر اس تحریک کو پسند فرمایا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ جملہ ایسے صاحب توفیق مخیر احباب جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ جلد از جلد اپنے ماہوار وعدے بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ جو دوست اپنے وعدے بھجوا چکے ہوں۔ اُن کو چاہیئے کہ باقاعدہ ماہ بماہ اپنے وعدوں کی رقوم مرکز میں بھجواتے رہیں۔

نیز ایسے احباب کو بھی جو کسی وجہ سے امداد درویشان کی تحریک میں مستقل طور پر ماہوار وعدے کرنے سے معذور ہوں چاہیئے کہ حسب توفیق اس میں وقتی امداد کا وعدہ بھجوا کر یا یکمشت ادائیگی کر کے اس تحریک میں شامل ہو جاویں۔ تا قربانی اور ثواب کے اس اہم موقع سے محروم نہ رہیں۔

اگر جماعتوں کے عہدہ دار اپنے اپنے حلقہ میں مالی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے احباب کو ان کے فرض سے پوری طرح آگاہ کریں۔ تو خدا کے فضل سے سینکڑوں صاحب استطاعت دوست اس تحریک میں حصہ لے کر سلسلہ کی غیر معمولی مالی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام ناظر بیت المال قادیان

جماعت احمدیہ اور احیاء شریعت

(از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل حیدرآباد دکن)

احادیث سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا تھا جس میں وہ برائے نام مسلمان رہ جائیں گے یعنی صرف اِسمی مسلمان ہونگے اور عمل کی رُوح اُن سے مفقود ہو جائیگی۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے مہدی اور مسیح کو بھیجے گا۔ جو اپنی قوت قدسیہ اور پاکیزہ تعلیم اور اسوہ حسنہ سے ایک نیک انقلاب پیدا کرے گا۔ اور نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنائے گا۔ اور اسلام کے روشن چہرہ کو دنیا پر آشکار کرے گا سے

چوں دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اور آپ کی بعثت کی غرض الہام الٰہی میں "یحی الدین و یقیم الشریعۃ" (دین اسلام کو زندہ کریگا اور شریعت اسلامیہ کو از سر قائم کرے گا) بیان کی گئی ہے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس پاکیزہ سلسلہ میں شریعت کیلئے دس شرائط بیعت پر عمل کرنیکا عزم بالجزم بطور شرائط ٹھہرایا گیا۔ ان شرائط بیعت کا ماخذ دراصل قرآن مجید اور احادیث نبویہ ہی ہیں۔ گویا یہ شرائط بیعت اس سلسلہ میں داخل ہونے والے سعادت مند انسان کو اس امر کیطرف توجہ دلا رہی ہیں کہ تجھے شریعت کی حکومت کو اپنے نفس پر قبول کرنا ہوگا اور حقوق اور حقوق العباد کی ادائیگی کیلئے ہر ممکن سعی و کوشش کرنی ہوگی۔ اور ہوائے نفس سے مجتنب ہو کر خدا کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہوگا۔ غرضیکہ ایک احمدی بیعت کرنیکے بعد حقیقی مسلمان ہونے کا عہد کرتا ہے۔ اور خدا کے حضور یہ عہد باندھتا ہے۔ کہ وہ اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کیلئے باعث ہدایت ہوگا۔ کتنی بھاری ذمہ داری ہے جو ایک احمدی اپنے نفس پر اُٹھاتا ہے کتنا اہم فریضہ ہے جسکی ادائیگی کا وہ عزم بالجزم کرتا ہے۔ اُس کا یہ اقرار بیعت اُس سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے۔ ورنہ صرف الفاظ کا زبان سے ادا کرنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ جبکہ دل کی عزیمت کیساتھ اُس عہد بیعت پر عمل نہ ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے۔ اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے۔ وہی ہے۔ جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اُسکی شفاعت کریگی۔ سو اے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤگے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کیساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکواۃ کے لائق ہے وہ زکواۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو۔ اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو تقویٰ سے خالی ہو۔ اور ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔"

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق وہ تم سے معاملہ کریگا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ کہ گناہ ایک زہر ہے۔ اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے۔ اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(باقی صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو)